سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۵۵

حصولِ سعادت کا راستہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۵۵

حُصولِ سعادت کا راستہ

شیخُ العرب والعجم عارِف باللہ مُجدّدِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الاُمت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : حُصولِ سعادت کا راستہ

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ : ۱۲ محرم، ۱۴۰۸ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۸۷، بروز ہفتہ

مقام : جدہ، سعودی عرب

مرتب : جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

حصولِ سعادت کا راستہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[۱]

گناہوں سے قربِ خداوندی نہیں مل سکتا

جو گناہوں سے اپنا جی خوش کرتا ہے کہ واہ واہ کیا خوبصورت لڑکی ہے، کیا حسن ہے، تو اس وقت یہ دیکھو کہ اللہ آسمان پر ناراض ہورہا ہے، ہمارا وجود اللہ نے بنایا ہے، ہم اسی کا دیا کھاتے ہیں، اگر خدا فضل نہ کرتا تو ہم وجود بھی نہ پاتے، وہ ہمارے وجود کے موجد ہیں، ہم ان کے کرم سے موجود ہوئے ہیں ورنہ ہم معدوم تھے، ایسے پالنے والے کریم مالک کی نافرمانی کرنا زہرِ قاتل ہے۔ گناہ کرنے والے کا ضمیر خود سمجھ لیتا ہے کہ میں یہ غلط کررہا ہوں۔ مثال کے طور پر ایک شخص آپ کے سامنے تو آپ کے بچوں کی تعریف کرتا ہے مگر پسِ پشت جاکر دوسروں سے کہتا ہے کہ میاں ان کے لڑکے ایسے ویسے ہیں۔ اگر یہ خبر باپ کو ہوجائے تو وہ کیا کہے گا کہ یہ میرا کیسا دوست ہے؟ تو جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ان کے سامنے تو خوب تعریف کررہا ہے مگر غائبانہ اس پر غلط تبصرہ کرتا ہے، یہ کیسا بے وقوف شخص ہے۔ حدیث میں آتا ہے اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ[۲] مخلوق اللہ کی عیال

---

[۱] اٰل عمرٰن:۱۰۲

[۲] مشکوٰۃ المصابیح:۴۲۵، باب الشفقۃ والرحمۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

ہے، اللہ کے نزدیک وہ شخص انتہائی محبوب ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ جب آپ اپنی اولاد کے بارے میں غیبت برداشت نہیں کرسکتے تو حق تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں برائی کرنے والے کو اپنا ولی کیسے بنائیں گے۔ اگر آپ کسی کی بیٹی کو بُری نظر سے دیکھیں گے تو اس کا باپ آپ کو اپنا دوست بنائے گا؟ کسی کا بیٹا حسین ہو، ذرا اسے بُری نظر سے دیکھیے، باپ کا دل چاہے گا کہ اس خبیث کی آنکھ نکال دوں۔ لیکن آج ہم اللہ کی مخلوق کے بارے میں بے دریغ برے خیالات کا مزہ لیتے ہیں، تصورات کی دنیا میں کتنے خبیث خیالات دل و دماغ میں لاتے ہیں، ایسی لذتِ خبیثہ سے مزے اڑانے والا اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ مستلذات خبیثہ یعنی خبیث لذت کی درآمدات، حرام خوشیوں کی درآمدات کرنے والا اللہ کا مقرب کیسے ہوگا؟

غیبت کا گناہ زِنا سے بڑا کیوں ہے؟

غیبت کو زِنا سے زیادہ اشد اس لیے فرمایا ہے اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا[٣] غیبت زِنا سے زیادہ سخت ہے۔ اللہ کا بہت ناپسندیدہ عمل ہے۔ دیکھو! اپنا بیٹا کتنا ہی نالائق ہو اور باپ اسے ڈانٹتا بھی ہو مگر وہ یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ میرے بیٹے پر محلّے میں کوئی دوسرا تبصرہ کرے، اس سے اس کا دل پھٹتا ہے۔ اسی طرح اللہ کو حق ہے کہ اپنے بندوں کو ڈانٹے مگر تم کیوں اس پر تبصرہ کرتے ہو؟ اگر آپ کو واقعی اخلاص حاصل ہے تو آپ اس کو ادب واحترام سے سمجھائیں، اس کے لیے دعائیں مانگیں، اس کے لیے روئیں کہ اے اللہ! فلاں بے نمازی کو نمازی بنادیں، اس کے لیے روئیں، آنسو گرائیں پھر دیکھیں کہ کیسا نور بڑھتا ہے۔ یہ نہیں کہ سالکین کی زبان پر ذکر بھی ہے اور غیبت بھی اور کہتے ہیں کہ حق بات کہنے میں کیا حرج ہے؟ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں وہی بات بیان کروں جو اس میں موجود ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَھَتَّہٗ[٤] اگر واقعی اس میں یہ عیب ہے تبھی تو غیبت ہے، اگر اس کے اندر وہ عیب نہیں ہے تب تو بہتان ہوجائے گا۔ غیبت اس کو کہتے ہیں کہ اس

[٣] کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲/۹۵ (۱۸۱۴)، مکتبۃ العلم الحدیث

[٤] صحیح مسلم: ۲/۳۲۲، باب تحریم الغیبۃ، ایچ ایم سعید

میں وہ عیب موجود ہو اور تم دوسروں سے اس عیب کو بیان کررہے ہو اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو یہ بہتان ہو جائے گا۔ اسی لیے مخلوق کی غیبت حرام ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرے بندوں پر تبصرے کیے جائیں،یہی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے انتہائی محبت ہے، جیسے باپ نہیں چاہتا ہے کہ میرے بیٹے اگرچہ نالائق ہوں،جواری شرابی ہوں لیکن باپ اس کو پسند نہیں کرے گا کہ کوئی دوسرا ان کو برا کہے۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کی کیا شان ہے!

توبہ تمام گناہوں کو صاف کر دیتی ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت بندہ توبہ کرتا ہے تو جس زمین پر اس سے گناہ ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس زمین کو اس کا گناہ بھلادیتے ہیں،سورۂ زلزال میں ہے یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا[۵]قیامت کے دن زمین بولے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اس زمین سے گناہوں کو صاف کردیتے ہیں اور فرشتے جو گناہ نوٹ کرتے ہیں ان کے نامۂ اعمال کو بھی صاف کردیتے ہیں، فرشتوں کو معافی مانگنے والے بندے کا گناہ بھلادیتے ہیں،یعنی ملائکہ اور کراماً کاتبین سے بھی اللہ تعالیٰ بھلادیتے ہیں، ان کے دماغ سے گناہ کے اس علم کو ختم کردیتے ہیں۔ اور اس بندے کے جن اعضاء سے گناہ صادر ہوا ہے ان کو بھی گناہ بھلادیتے ہیں۔ کیوں کہ قیامت کے دن اعضاء بھی بولیں گے۔ سورۂ یٰسین میں ہےاَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيۡدِيۡهِمۡ وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ[۶]قیامت کے دن زبان پر تالا لگے گا اور تمہاری آنکھیں بولیں گی کہ یہ مجھ سے بدنگاہی کراتا تھا،خبیث لذتوں کی درآمدات کرتا تھا۔ خبیث لذت کو درآمد کرنے سے دل بھی خبیث ہوجاتا ہے،ہر خبیث چیز دوسرے کو بھی خبیث بنادیتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَانَتۡ تَّعۡمَلُ الۡخَبٰٓئِثَ[۷] قومِ لوط عملِ خبیث کیا کرتی تھی۔

---

۵ الزلزال: ۴

۶ یٰسٓ:۶۵

۷ الأنبیاء:۷۴

شریعت پر استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دس سال رہا اور کہا کہ مجھے آپ میں کوئی کرامت نظر نہیں آئی، اس لیے اب میں جارہا ہوں، میں آپ کو ولی تسلیم نہیں کرتا۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بیشک تم چلے جاؤ لیکن میرے ایک سوال کا جواب دیتے جاؤ، دس سال کے اندر تم نے میرا کوئی کام سنت کے خلاف دیکھا؟ مجھے کسی خطاء یا گناہ میں مبتلا دیکھا؟ اس نے کہا کہ دس سال کے اندر میں نے کبھی آپ کو اللہ کی نافرمانی کرتے نہیں پایا بلکہ آپ کو ہمیشہ اتباعِ سنت کا اہتمام کرتے دیکھا۔ فرمایا کہ آہ! جس جنید نے دس سال تک اپنے مالک کو ایک لمحہ کے لیے ناراض نہیں کیا، اس سے بڑھ کر کیا کرامت چاہتے ہو؟ جس غلام نے دس سال تک اپنے مالک کو ایک لمحہ بھی ناراض نہ کیا ہو کیا یہ معمولی کرامت ہے؟

اللہ کا استحضار ہر لمحہ مدنظر رہے

آج کل خانقاہوں کا عمومی تصور یہی ہے کہ ضربیں لگالو اس کے بعد چاہے تاش کھیلو، چاہے بدنگاہی کرو یا غیبت کرو۔ اس شخص نے تصوف کو سمجھا ہی نہیں، تصوف نام ہے اس بات کا کہ زمین پر اللہ کا غلام چل رہا ہے اور اس کی نظر ہر وقت اپنے آسمان والے مالک پر ہے کہ وہ میرے ہر قدم کو دیکھ رہا ہے، ہمیں زمین پر اس طرح چلنا چاہیے۔ اور جب ہم گفتگو کر رہے ہوں تو ہماری گفتگو میں محسوس ہو کہ یہ اللہ کا بندہ ہے، اگر ہم کسی کا اکرام کریں تو اس لیے کریں کہ یہ میرے اللہ کا بندہ ہے، میرے پاس اللہ کے لیے آیا ہے، ہم اس لیے اسے کھلا رہے ہیں کہ یہ مہمان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، اس وقت میرے پاس ملنے کے لیے آیا ہے۔

اسی طرح بیوی کو دیکھو تو پہلے اللہ پر نظر رکھو کہ یہ میرے اللہ کی بندی ہے، اگرچہ اللہ نے نکاح کے چند کلمات کے ذریعے شریعت اور قانون کے لحاظ سے اس کو میرے لیے حلال کیا ہے مگر یہ اللہ کی بندی بھی ہے۔ بچوں کو دیکھو تو یہ سوچو کہ یہ اللہ کے دیے ہوئے ہیں۔ کتنے لوگ تعویذ پی پی کر تھک گئے مگر اولاد نصیب نہیں ہوئی حالاں کہ طبّی لحاظ سے بالکل صحیح ہوتے ہیں۔ تو زمین پر کوئی چیز دیکھنے سے پہلے آسمان پر نظر کرو پھر زمین پر آؤ۔ زمین

پر رہنے کی لذت اور جینے کی لذت ان کو حاصل ہے جو خالقِ ارض و سماء سے، اپنی حیات کے خالق سے ہر وقت رابطہ رکھتے ہیں۔ ایک نظر اوپر اور ایک نظر نیچے دیکھنا سیکنڈوں کا کام ہے، لمبا چوڑا کام نہیں ہے، بس ایک تخیل ہوتا ہے کہ یہ میرے اللہ کا بندہ ہے، یہ میرے اللہ کی بندی ہے، یہ بچے میرے اللہ نے دیے ہیں اور کھانا جو کھا رہے ہیں یہ میرے اللہ کا دیا ہوا ہے۔ بس اسی کا نام نسبت مع اللہ ہے، جو رسوخِ نسبت ہے، ایک ہے نسبت مع اللہ تخیلاتی اور تصوراتی اور ایک ہے رسوخِ نسبت اور اسی کے لیے اہل اللہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

سو برس کی عبادت سے وہ یقین عطا نہیں ہوتا جو اہل اللہ کی صحبت سے مل جاتا ہے کیوں کہ ان کے قلب کا یقین آپ کے قلب میں منتقل ہوتا ہے، جیسے خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، دیسی آم لنگڑے آم کے پیوند سے لنگڑا آم بن جاتا ہے ورنہ اس نے کون سے مجاہدے کیے تھے، خالی لنگڑے آم سے تعلق ہو گیا تھا، ہر وقت لنگڑے آم کے ساتھ لگا ہوا ہے، دیسی آم کی شاخ لنگڑے آم کی شاخ سے پیوند ہے، آہستہ آہستہ لنگڑے آم کی سیرت اس میں منتقل ہو گئی، اور اسے خبر بھی نہیں ہوئی، کچھ دن کے بعد اس کا نام بدل گیا، اب یہ لنگڑا آم ہے، کیوں کہ اس نے اپنے کو فنا کر دیا، اگر اپنا وجود باقی رکھے گا، اپنی رائے چلائے گا تو دیسی آم لنگڑا آم نہیں بن سکتا۔ اس لیے سائنس دان اس کے نیچے کی شاخوں کو کاٹتے رہتے ہیں، اب دیسی آم لنگڑا آم ہو گیا۔

ہر وقت خالقِ سماوات و الارض اور خالقِ حیات پر نظر رکھو کہ میری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو استعمال نہیں ہو رہی ہے، کیا میں زندگی کے ہر سانس کا شکر ادا کر رہا ہوں؟ اگر ایک سانس بھی غفلت میں اور نالائقی میں گزاری تو ایک سانس بھی بڑی چیز ہے، ایک ہی سانس میں کفر ہو سکتا ہے اور جہنم واجب ہو سکتی ہے اور ایک ہی سانس میں کلمہ پڑھ کر جنتی بن سکتا ہے۔ تو انسان کی زندگی کے ایک ایک سانس کی قیمت ہے۔ ایک سانس میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر کلمہ پڑھا اور جنت میں چلا گیا۔ اسی طرح ایک ہی سانس میں کہا کہ ارے خدا وغیرہ کچھ نہیں ہے نعوذ باللہ، تو بس کافر ہو گیا اور جہنم میں چلا گیا، ابھی کعبہ شریف کے سامنے ہے اور ایک ہی سانس میں کسی حسین لڑکے کے حسن پر نظر پڑ گئی اور دل کا کعبہ بدل گیا ؎

کوئے جاناں سے خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

اور جو اپنا کعبہ الگ بنائے گا تو ایسے جوتے پڑیں گے کہ سب جاناں رہ جائیں گے۔ یہ لوگ زندگی بھر پریشان رہیں گے، جو اللہ سے کٹے ہوئے ہیں اور غیر اللہ سے جڑے ہوئے ہیں، ان کی ہر سانس عذاب میں ہے۔ اس لیے میں ایسے شعر کہتا ہوں تاکہ کم از کم سالکین تو عشقِ مجازی سے باز آجائیں، کیوں کہ ان کا ارادہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مل جائے، یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ[۸] یہ لوگ مریدین ہیں، یُرِیْدُوْنَ سے مُرِیْدُوْنَ کا ثبوت ملتا ہے، آپ لوگ کہیں گے کہ مُرِیْدُوْنَ کا لفظ کہاں آیا؟ قرآن میں دیکھ لو، یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ، تو یُرِیْدُوْنَ کا فاعل کیا بنے گا؟ مُرِیْدُوْنَ۔ یُرِیْدُ واحد ہے اس کا فاعل مُرِیْدُ بنے گا، اسی طرح یُرِیْدُوْنَ جمع ہے اس کا فاعل جمع مُرِیْدُوْنَ ہو گا۔

مریدین یعنی جنہوں نے اللہ کا ارادہ کیا ہے، وہ ہیں اصلی مریدین، اصلی مرید وہ ہے جو اللہ کا ارادہ کرتا ہے، لہٰذا عشقِ مجازی سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے زندگی بھر اسی موضوع پر بیان کیا ہے کہ ان کالے بالوں اور گورے گالوں سے بچو، ان حسینوں کے سب دانت ٹوٹنے والے ہیں، پھر وہ بلائیں گے بھی تو ان کے پاس نہیں جاؤ گے۔ ان کے کالے بال سفید ہونے والے ہیں اور کالے بال جب سفید ہوں گے تو لاکھ کیمیکل لگاتے رہو، کچھ نہیں ہو گا، لہٰذا جسم فانی پر اگر مرے تو ایک مردہ دوسرے مردہ پر مردہ ہو گیا، اس کو کیا ملا؟ ایک مردے نے دوسرے مردے سے لپٹ کر جان دے دی تو اسے کیا ملا؟ دونوں حیات سے محروم ہو گئے، اگر دنیا میں کوئی مردہ کسی مردے سے لپٹا ہوا ہو تو آپ اس پر ہنسیں گے لیکن اپنے اوپر نہیں ہنستے کہ چلتے پھرتے مُردوں سے دل لگا رہے ہو، لہٰذا میرا بہت تازہ شعر ہے اس کو نوٹ کر لو۔

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغز دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشق مجازی کے مزے کیا لوٹے

۸؎ الکہف:۲۸

یہ جو ٹیڈیوں سے دل لگا رہے ہیں، سینما، وی سی آر دیکھ رہے ہیں، ان کی زندگی کتنی عذاب میں ہے، ہر وقت اختلاج اور پریشانی ہے کیوں کہ دل کی ہر پسندیدہ چیز، ہر حسین مل تو نہیں سکتا اور مخلوق کا خوف بھی ہوتا ہے۔

تو اس فقیر کو داد دو، بزبانِ ملّا ایسے اشعار کم یاب ہیں، میں نایاب ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا، مگر الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور فضل اپنے اوپر بہت خاص دیکھتا ہوں اسی لیے احتیاطاً کم یاب کہہ رہا ہوں۔ مسٹروں کے شعروں میں تو حسن پرستی کی گندگی اور مردہ پرستی ہوتی ہے، اگر وہ عاشق مزاج شاعر ہے تو مردے ہی کی تعریف کرے گا، لوگوں کو زلفِ یار میں پھنسائے گا اور اس کے بعد جب اس کی چٹیا بڑھے گدھے کی دم ہو جائے گی تو آخر میں اسی حسین کو کہے گا کہ اس ظالم نے مجھے بڈھے گدھے کی دم میں باندھ دیا ہے۔ لہٰذا میرا یہ شعر نوٹ کر لینا، ابھی تازہ ہوا ہے۔

انسان کا نفس اتباعِ مرشد سے فنا ہوتا ہے

اگر انسان اپنے نفس کو فناء کر کے بزرگوں کی صحبت اٹھا لے تو وہ بھی اللہ والا بن جائے گا، ان شاء اللہ۔ اور وہ نفس کو کس طرح فنا کرے؟ نوافل میں، وظیفوں میں، ذکر میں ان چیزوں میں نفس فنا نہیں ہوتا، اگر پیر کہہ دے کہ مغرب کی تین رکعات کے بجائے چار رکعات پڑھو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔ شریعت میں، قرآن و حدیث میں دخل دینا اس کا کام نہیں ہے جیسے قرآن میں نمازیں پانچ وقت کی ہیں اگر وہ کہے کہ چھ وقت کی نمازیں پڑھو تو بولیے یہ کوئی پیر ہے؟ یہ پَیر یعنی پاؤں ہے۔ پیر کے ذمہ صرف یہ ہے کہ تمہارا اخلاقی علاج ہو، اگر وہ غصہ پر تجویز کر دے کہ غصہ کا علاج یہ ہے کہ پانچ روپیہ خیرات کرنے پڑیں گے، بدنگاہی پر تجویز کرتا ہے کہ دو ریال خرچ کرنا اور دو رکعات توبہ پڑھنا، اس پر اگر مرید یہ کہے کہ صاحب یہ تو محض پیری مریدی کی ایسی ہی باتیں ہیں، تو ایسے شخص کی اصلاح نہیں ہو سکتی کیوں کہ یہ تو علاج ہے، ہر شیخ نائب رسول ہونے کی وجہ سے معالجِ روحانی ہے۔ پیر کو ان معاملات میں دیکھنا چاہیے۔

اشکِ ندامت سے تدارکِ معاصی

اب دو تین بہت اہم جملے نوٹ کرلو۔ نمبر ایک جو غلام اپنے مالک کی ناخوشی کی راہوں سے اپنا جی خوش کررہا ہے وہ کیسے اس مالک کا دوست بن سکتا ہے؟ یہ جملہ نوٹ کرلو، بعض وقت اللہ تعالیٰ معنیٰ بمع الفاظ عطا کرتے ہیں، یہ آپ لوگوں کی برکت ہوتی ہے، اب یہ الفاظ دیکھو، ان میں کتنا اثر ہے کہ جو غلام اپنے مالک کی ناخوشی کی راہوں سے اپنا جی خوش کررہا ہے وہ کیسے اپنے مالک کا ولی اور دوست ہوسکتا ہے۔ اس جملہ میں شعریت ہے، نثر ہوکر بھی شعر سے زیادہ لذت ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عنایت ہوتی ہیں اس میں واقعی بہت اثر ہوتا ہے۔ تو جو غلام اپنے مالک کی ناخوشی کی راہوں سے اپنا جی خوش کررہا ہے، وہ کیسے اپنے مالک کا دوست اور ولی ہوسکتا ہے؟ لہٰذا جو حرام خوشی نکل گیا ہو اسے چاہیے کہ استغفار کرکے اس کو قے کردے، جو اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہالے گا تو یہ آنسو اس کی حرام لذتوں کی درآمدات کا تدارک ہوں گے یعنی اس نے جو حرام لذتیں استیرادکی تھیں ان پر ندامت سے رو رہا ہے۔ میں اس کو درآمدات محرمہ، مستلذات محرمہ کہتا ہوں، تو اس پر استغفار کرلو، کیوں کہ خطا تو انسان سے ہوجاتی ہے لیکن پھر توبہ کرکے خیر الخطائین بن جاؤ پھر دیکھو بندگی کا مزہ۔

خدا پر جوانی فدا کرنے کی بہاریں

میں کہتا ہوں کہ جوان بچے کچھ دن اختر کے ساتھ رہیں، یہ میرے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کی تجویز ہے۔ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، وہاں ایک نواب باقر صاحب نے زمین وقف کی ہے، ان کا لڑکا ظفر ہے، بڑی بڑی مونچھیں اور عجیب حالت تھی، بس اس نے یہ سن کر کہ پاکستان سے کوئی آیا ہے، میری ایک تقریر سنی، اس کے بعد اس پر بہت اثر ہوا چوں کہ میں نے اس کو اشعار سے اتنا مست کردیا کہ اس کو پتا چل گیا کہ اللہ کے راستے میں بھی مزہ ہے بلکہ زیادہ باقی اور ہمیشہ رہنے والا مزہ ہے۔ پھر وہ اپنے گھر سے بستر اُٹھا کر لے آیا، حالاں کہ نواب زادہ تھا مگر زمین پر سویا، جہاں میری چارپائی بچھی ہوئی تھی، میں صحنِ مدرسہ میں چارپائی پر اور وہ زمین پر سویا۔ چوں کہ

اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں لہٰذا ایک دن میں نے مونچھوں پر ایک حدیث بیان کر دی۔ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک جلد نمبر ۱۴ میں حدیث لکھی ہے کہ مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ وَلَمْ يَرِدْ عَلٰى حَوْضِيْ وَيَبْعَثُ اللهُ اِلَيْهِ الْمُنْكَرَ وَالنَّكِيْرَ فِيْ غَضَبٍ وَّ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ[۹] جو لمبی مونچھیں رکھے گا وہ میری شفاعت نہیں پائے گا اور حوضِ کوثر پر آنے نہیں دیا جائے گا اور منکر نکیر غصے میں آئیں گے اور اس کو عذاب ہو گا۔ اس کے بعد ایک دن دیکھتا ہوں کہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستا ہوا آرہا ہے، جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ اس کی مونچھیں صاف تھیں۔ پھر پانچوں وقت کی نماز پڑھنے لگا، میرے شیخ بہت خوش ہوئے اور اتنا متأثر ہوئے کہ لوگوں سے کہنے لگے کہ نوجوان بچوں کو اصلاح کے لیے کچھ دن اس کے ساتھ کر دو۔ میں نے شیخ کے حسنِ ظن کے واسطہ سے دعا کی کہ اللہ! میرے شیخ کے اس حسن ظن کو بحال فرما، میں جوانوں کی جوانی کو اللہ تعالیٰ پر فدا کرانا چاہتا ہوں تاکہ ان کی خاک کسی خاک پر خاک ہو کر برباد نہ ہو جائے، آخر عمر میں تو سب کو عقل آجاتی ہے مگر بعد بربادی کے جب گورے گال نہ رہیں گے بلکہ پچک جائیں گے، اندر دھنس جائیں گے اور دانت ٹوٹ جائیں گے، حسن تباہی کا شکار ہو جائے گا، حسن کی تباہی کا منظر کچھ نہ پوچھو۔

حسن فانی کا تماشا دیکھ کر
میر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے

یہ میرا ہی شعر ہے، ذرا دیکھو کیسے چٹ پٹے چٹ پٹے اشعار ہیں۔

تماشائے فنائے حسنِ فانی

حسن فانی کا تماشا دیکھ کر کہ گال پچک گئے، دانت ٹوٹ گئے، کالے بال سفید ہو گئے تو اس وقت کیا ہوتا ہے؟ عشق کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ عشق کیا کہتا ہے کہ یا اللہ! یہ وہ صورت ہے جس پر ہم نے اپنی زندگی ضایع کر دی، ہاتھوں کے طوطے اڑنا اردو کا محاورہ ہے یعنی انتہائی پریشان ہو گیا۔ اچھا بدنظری کا یہ مرض سب کو ہے، اس کا عمر سے کوئی تعلق نہیں، اسّی

[۹] اوجز المسالك للشيخ زكريا رحمه الله: ۲۷۰/۱۴، دار الكتب العلمية، بيروت

برس کا آدمی جس کا بچپن سے عاشقانہ مزاج ہو، وہ اس عمر میں بھی ویسے ہی رہے گا، دل تھوڑی بدلتا ہے، جسم بدلتا ہے، جسم کے بال باہر کے سفید ہو جاتے ہیں مگر نفس کے بال اندر سے کالے رہتے ہیں لہٰذا ان سفید بالوں سے دھوکا نہ کھاؤ۔ اس پر میرا ایک شعر سنو ؎

دھوکا نہ کھائیو کسی ریشِ سفید سے
ہے نفس نہاں ریشِ مسوّد لیے ہوئے

سفید بالوں والے بزرگ اندر کالی داڑھی لیے ہوئے بیٹھے ہیں، ان سے ذرا ہوشیار رہنا ؎

جن کو میں نے سجن بنایا تھا
جن کو میں نے بھجن سنایا تھا
میر ان کے سفید بالوں نے
عشق کا میرے کفن بنایا تھا

یہ میرا ہی شعر ہے مگر درد بھرے دل سے پیش کرتا ہوں۔ جوانو! اپنی جوانی کی قدر کرلو، میں تمہاری جوانی کو خدا پر فدا کرنے کی دعوت دے رہا ہوں، تمہارے عالمِ شباب کو اللہ کی طرف یعنی خالقِ شباب کی طرف متوجہ کررہا ہوں۔ الحمد للہ اختر نے سترہ سال کی عمر میں شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، اللہ والوں کی خدمت میں جوانی دینے کا مزہ لوٹنے کے بعد ہی اس کی دعوت دے رہا ہوں۔

حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ سترہ سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔ مجھے ان کی یہ عمر اور جوانی یاد آتی ہے۔ اور ان لوگوں نے کیا کیا کارنامے انجام دیے جبکہ ہمارا سترہ سال کا لڑکا کیا کرتا ہے؟ وی سی آر دیکھ رہا ہے، گناہوں میں غرق ہے، اللہ سے دور ہے۔ لیکن اگر اللہ سے دور ہے تو اللہ والے اس کو اللہ سے قریب کر دیتے ہیں، بعید کو قریب کرتے ہیں اور قریب کو اقرب کرتے ہیں۔

محبتِ الٰہیہ کی لازوال نعمت

اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا ہے، تخلیقِ جسمانی کے لیے ماں باپ کو تجویز کیا

اور تخلیقِ روحانی کے لیے، روحانی ولادت اور روحانی وجود اور روحانی ایمانیات کے لیے اپنے مقبولین کی روح میں اللہ تعالیٰ نے وہ اثر رکھا کہ ان کے پاس بیٹھنے سے ہماری روحانی تربیت ہوتی ہے۔ جو باتیں اختر پیش کررہا ہے ان کی قدر علماء ہی کو ہے۔ اسی لیے اختر کہتا ہے کہ یا اللہ! اس جانِ نحیف کو ایک کروڑ جانِ حنیف دے دے اور اپنی راہ میں قبول فرمالے۔ اللہ میری آہ کو سن لے اور سارے عالم کے سفر کے لیے مجھے بلالے۔ بس مجھے ایک ہی غم ہے ؎

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

یہ میرا ہی شعر ہے، اپنے سفر کا راز بتارہا ہوں، واللہ! اللہ نے کراچی میں مجھے کھانے پینے کو بہت دیا ہے، اس لیے میں جس ملک کا سفر کرتا ہوں وہاں اعلان کرتا ہوں کہ دوستو مجھے ہدیہ مت دینا، میں اللہ کی محبت کا جو درد پیش کررہا ہوں بس اس کو قبول کرو۔

بمبئی سے بعض لوگ آئے ہوئے ہیں، صوفی عبدالرحمٰن سے پوچھو، بمبئی میں میرا جتنا بھی سفر ہوا میں نے برسرِ منبر یہی اعلان کیا کیوں کہ ایک دوست نے بتایا تھا کہ بمبئی والوں کے پاس جب مولوی آتے ہیں تب ان کے سوٹ کیس گنتے ہیں اور جب جاتے ہیں تب گنتے ہیں، آتے وقت دیکھا کہ چھ سوٹ کیس تھے اور جاتے وقت بارہ تھے پھر لوگ باتیں بناتے ہیں کہ مولوی بمبئی کو لوٹ کرلے گیا۔ سن لو! اختر کے پاس کراچی میں کھانے پینے کو بہت ہے، مجھے کوئی ہدیہ نہ دو، لیکن اختر جو دردِ محبت منبر سے نشر کررہا ہے اس کی قدر کرلو، یہ سودا بڑی مشکل سے ملتا ہے، یہ مال و دولت سے نہیں ملتا، جان کے لالے پڑتے ہیں، پاؤں میں چھالے پڑتے ہیں تب کہیں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا درد دیتا ہے اور اصل تو اس کا احسان و فضل و کرم ہے ورنہ ہماری مٹی کی کیا حقیقت ہے ؎

یہ اختر خاکِ ویران بے زباں بے سر و ساماں ہے
مگر مٹی پہ بھی فیضِ شعاعِ مہرِ تاباں ہے

اور ؎

ہمیں احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اخترؔ
مگر خاروں کا پردہ دامن گل سے نہیں بہتر

اور ؎

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گل تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اللہ والوں کے ساتھ ہمیشہ لگا لپٹا رہے، دنیا میرے باطن کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتی، نہ میں دعویٰ کر سکتا ہوں لیکن دنیا اس کی شہادت تو دے سکتی ہے کہ جوانی سے لے کر آج تک میں اللہ والوں سے بے نیاز نہیں رہا اور یہ بھی نہیں کہ دور دور سے تعلق تھا، شاہ عبدالغنی صاحب کے ساتھ تو میں مسلسل بارہ سال دن رات رہا ہوں، ان کے تہجد اور ان کی آہ وزاری، ان کی اشکباری کے ساتھ اختر رہا ہے، ان کا راتوں کو اٹھ کر اللہ سے رونا، ہر دو رکعات کے بعد سجدہ میں رونا، یہ سارا کچھ اختر دیکھ چکا ہے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں ؎

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

اللہ! میری زبان میں اثر ڈال دے، اس کا فضل میرے دل پر ہو پھر دیکھو ان شاء اللہ، صحرا میں بھی اور آبادی میں بھی، دونوں جہاں میں جو کچھ عرض کرتا ہوں تو اللہ کا شکر ہے الحمد للہ، مجھ کو بھی مزہ آتا ہے، میری زبان کو بھی مزہ آتا ہے اور سننے والوں کے کانوں کو بھی لطف آتا ہے کیوں کہ تمام لذتوں کے خالق کا تذکرہ ہوتا ہے، تو کیا ساری کائنات کے، جنت کے بلکہ دونوں جہاں کی لذتوں کے خالق کا ذکر گرما گرم نہیں ہو گا؟ اور شرعی انداز سے مناجات اور اشعار میں اللہ سے مانگنے کا مزہ بھی آتا ہے۔

جعلی خانقاہوں کا فتنہ

چار صورتوں سے اشعار کا سننا جائز ہے، سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار سننے کی یہ چار شرطیں لکھی ہیں سامع اہلِ ھویٰ نباشد، مضمون خلافِ شرع نباشد، آلۂ لہو ولعب

نہ باشد اور مسمع کو دک وزن نہ باشد یعنی سننے والے اہلِ ھویٰ نہ ہوں، اشعار کا مضمون توحید و سنت کے خلاف نہ ہو، اشعار کے مضمون کے ساتھ طبلہ سارنگی نہ ہو اور شعر پڑھنے والا حسین لڑکا یا لڑکی نہ ہو۔ سننے والے اہل خواہش نہ ہوں سے مراد ہے کہ عشقِ مجازی میں مبتلا نہ ہوں ورنہ ان کو اللہ کے عشقیہ مضمون سے بھی وہی معشوقہ یاد آئے گی۔ علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتاویٰ شامی میں یہی شرائط لکھی ہیں کہ چار صورتوں سے سماع جائز ہے، مضمون خلافِ شرع نہ باشد، سامع اہلِ ھویٰ نہ باشد، آلۂ لہو و لعب نہ باشد اور مسمع کو دک وزن نہ باشد۔

آج جتنی جعلی خانقاہیں ہیں وہاں عورتیں قوالیاں پڑھ رہی ہیں، حسین امرد پڑھ رہے ہیں اور بہت سارے فتنے ہو رہے ہیں۔ انڈیا کے ضلع رائے بریلی میں ایک پیر ہے، اس کے داہنی طرف ایک عورت اور بائیں طرف ایک عورت ازار بند پکڑے ہوئے ہے، اور وہ ہر وقت عورتوں کی قوالی سنتے ہیں۔ ان کا ایک مرید مجھے کراچی میں ملا، میں نے کہا تم اس پیر کا نام لیتے ہو جس کا فتنہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے کہ عورتیں اس کا ازار بند پکڑے رہتی ہیں، پھر بھی بقول ان کے کہ ان کا ازار بند بڑا مضبوط رہتا ہے۔ دیکھیے شیطان بھی لوگوں کو کیسے گمراہ لوگوں کا مرید و معتقد بناتا ہے۔ ایک عورت اِدھر ایک عورت اُدھر ازار بند پکڑے ہوئے، یہ ازار بند کی بندی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہا اس سے بیعت توڑ دو، نامحرم عورتوں میں بیٹھنا حرام ہے، ازار بند کتنا ہی پکا ہو تمہیں کیا معلوم کہ اس وقت تمہارے سامنے ازار بند پکڑے ہوئے ہیں اور اندر کیا کرتے ہیں، عورتوں کے درمیان میں پیر کو بیٹھنا حرام ہے۔ تو اس نے کہا کہ اگر میں بیعت توڑوں گا تو وہ میری ٹانگ توڑ دے گا، بڑا جلالی پیر ہے، ایسے سر اُٹھائے گا اور وظیفہ مارے گا اور کراچی بھیجے گا۔ تو میں نے کہا کہ اچھا پہلے میں اپنی ٹانگ پیش کرتا ہوں، اگر وہ توڑے گا تو پہلے میری ٹانگ توڑے گا، تم بالکل اطمینان رکھو، اگر وہ ٹانگ توڑنے کا وظیفہ لائے گا تو میں اپنی ٹانگ پیش کر دوں گا۔ پھر میں نے اس کو ایک متبع شریعت و سنت بزرگ سے بیعت کرا دیا۔

حسین شکل کی مشکل سے نجات پائیں

تو میں نے اشعار سننے کی شرطیں عرض کر دیں کہ ان چار شرطوں کے ساتھ اشعار

سننا جائز ہے یعنی آلۂ لہو و لعب مثلاً طبلہ سارنگی نہ ہو، مضمون خلافِ شرع نہ ہو، سننے والے آپ جیسے لوگ ہوں، اور پڑھنے والا حسین شکل کا نہ ہو، مگر شکل کی مشکل کو ہم دیر سے دور کرتے ہیں۔ اس لیے عرض کرتا ہوں ؎

کچھ نہ پوچھو ان حسینوں سے بڑی مشکل میں ہوں
شکل سے اشکال میں اشکال سے مشکل میں

میں نے دوسرے مصرع میں عربی گرائمر استعمال کی ہے، شکل سے باب افعال میں لے گیا اَشْکَلَ یُشْکِلُ اِشْکَالاً جیسے اَکْرَمَ یُکْرِمُ اِکْرَامًا شکل میں جان پھنستی ہے تو آدمی مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان سے بچائے، یہ حسین جو چل پھر رہے ہیں، ان سے نظر بچا کر گزر جاؤ بس پھر اللہ کے قرب کی بہار ہی بہار ہے۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت ہے میری نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس بس یہی ایک مضمون ہے۔ میں نے کہا کہ دیکھ لو مولانا رومی چھ سو سال پہلے کیا فرما رہے ہیں ؎

گر ز صورت بگزری اے دوستاں
گلستاں است و گلستاں است و گلستاں

اے دوستو! اگر تم صورت پرستی سے باز آجاؤ پھر اللہ کے قرب کا باغ ہی باغ نظر آئے گا۔ یہ حسین وہ لاشیں ہیں جن سے شیطان سالک کی روح کو چپکا دیتا ہے، جس سے روح کی چڑیا اللہ تک پہنچنے سے معذور ہو جاتی ہے اور پھڑ پھڑاتی رہتی ہے لیکن اللہ تک جا نہیں پاتی، یہ شکلیں اللہ کے قرب سے محروم کر دیتی ہیں۔ جو لوگ قدر دان ہیں ان سے پوچھو میری باتیں ؎

قدر مجذوب کی خاصانِ خدا سے پوچھو
شہرۂ عام تو ایک قسم کی رسوائی ہے

اس فقیر کی گزارشات پر سالکین وجد کرتے ہیں کیوں کہ وہ خود اس راستہ سے گزر رہے ہیں، اسے عبور کر رہے ہیں۔ بوڑھے لوگوں سے بھی پوچھ لو اور جوانوں سے بھی پوچھ لو، اس مجمع میں ہر قسم کے لوگ ہیں کہ میری ان باتوں سے سب کو فائدہ ہوتا ہے۔

جس کو حسن کا بچپن سے میلان ہو تو یہ میلان تو برا نہیں ہے، یہ تو فطری چیز ہے بس

اس میلان کے تقاضوں پر عمل نہ کرو، جس کا جتنا شدید تقاضا ہو گا، اتنا ہی زیادہ مشاہدہ ہو گا، یہ قاعدہ کلیہ بتا رہا ہوں کہ جس کے قلب میں بچپن سے حسینوں کی طرف شدید میلان ہوتا ہے تو اس کو روکنے میں غم بھی زیادہ اٹھانا پڑتا ہے۔ جو عاشق مزاج ہے اور اسے حسن کی طرف شدید میلان ہوتا ہے تو اس کو روکنے کے لیے مجاہدہ شدید ہوتا ہے اور جیسا مجاہدہ ہو گا ویسا مشاہدہ ہو گا، پھر نور بھی اتنا ہی قوی بنتا ہے، جو بندہ جتنا غم اٹھاتا ہے، اللہ اس بندے کو اسی قوت کا نور عطا کرتے ہیں، جیسے اس نے نظر بچانے میں سوڈگری غم اٹھایا تو اللہ سوڈگری کا نور عطا کرے گا اور ایک آدمی جس کے اندر عشق کا مادّہ ہی نہیں ہے، جو بزنس مین بن گیا ہے، ہلدی، دھنیا، مرچ بیچتا رہتا ہے وہ عشق کے رموز جانتا ہی نہیں، تاجر میں اور عاشق میں بہت فرق ہے، تجارت و محبت میں بہت فرق ہے، محبت بغیر پیسہ بکتی ہے، آدمی بغیر کسی کی غلامی کے محبت اختیار کرتا ہے، خود کو بلا معاوضہ پیش کرتا ہے۔

دیکھو بعض وقت میں ریا اخلاص سے افضل ہو جاتی ہے، ریا چپکتی نہیں ہے، ریا ارادے سے کی جاتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے لیے پیسہ دیتا ہے، اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے، لیکن ایک آدمی نے جلدی سے وضو کیا اور بغیر کسی نیت کے نماز پڑھ لی یعنی مخلوق کو دکھانے کا خیال نہیں آیا، تو یہ بھی اخلاص میں شامل ہے اگرچہ اس کو خالق کا استحضار بھی نہیں ہوا، لیکن مخلوق سے عدم استحضار خالق کے استحضار میں شامل کر لی گئی۔ یہ ہیں حکیم الامت کے علوم! دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں مخلوق اور خالق، جب مخلوق ہٹ گئی تو خالق خود بخود آ گیا۔

اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت دے جیسے سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی محبت میں آدھی رات کو حکومت چھوڑ دی تھی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کو اس انداز سے تعبیر کیا ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

شاہی و شہزادگی در باختہ
از پئے تو در غریبی ساختہ

اے خدا! آج بادشاہِ وقت شاہی و شہزادگی کو آپ کی محبت میں کھیل گیا، محبت کے کھیل میں وہ

ہار گیا، اس نے آپ کی محبت میں سلطنتِ بلخ ہار دی اور آپ کی محبت میں غریب الوطن ہو گیا۔ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سلطنتِ بلخ کے بادشاہ تھے، اللہ کی محبت میں بادشاہی چھوڑی، اپنی سلطنت کی حدود سے بھی نکل گئے اور نیشاپور کے غار میں جاکر عبادت شروع کر دی۔ اللہ ہمیں بھی اپنی ایسی محبت دے دے کہ ہم اپنی حیات کو اور خواہشات کو اللہ پر فدا کر دیں، اس سے بہتر کیا زندگی ہے۔

اللہ ہی کے نام سے ہماری جان میں جان ہے

ہم سب سرکاری فقیر ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللہِ[۱۰] اسی لیے اگر کسی انسان سے بھی کوئی کام ہو تو اللہ سے مانگ کر جاؤ، انسان سے بھی کام ہو تو پہلے براہ راست اس سے مت مانگو، پہلے اللہ سے مانگو، اللہ تعالیٰ سے فریاد کرو کہ میں آپ کے فلاں بندے کے پاس جارہا ہوں، آپ اس کے دل میں ڈال دیجیے، اللہ تعالیٰ سے ہر وقت، ہر حالت میں ربط رہنا چاہیے کیوں کہ ایک سانس میں بھی حالات بدل سکتے ہیں۔ اسی لیے حدیثِ پاک میں یہ دعا سکھائی گئی ہے وَلَا تَکِلۡنِیۡ اِلٰی نَفۡسِیۡ طَرۡفَةَ عَیۡنٍ[۱۱] اے اللہ مجھے اتنا بھی نفس کے حوالے نہ فرما جتنا پلک جھپکنے کا وقت ہوتا ہے، پھر دیکھو ہر وقت اللہ کا کیسا قرب عطا ہوتا ہے، اللہ سے فریاد بھی کر رہے ہیں اور حاجت روائی بھی ہو رہی ہے، بندے کا فریاد اور مناجات کا تعلق بھی ساتھ ساتھ چل رہا ہے، بندگی بھی مضبوط ہو رہی ہے اور اللہ کی رحمت کی بارش بھی ہو رہی ہے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ؎

اللہ اللہ ہے تو گویا جان ہے
ورنہ یارو جان بھی بے جان ہے

ہماری جان نان اور پان سے نہیں ہے، مومن کی جان اللہ کے نام سے زندہ ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جان ابھی نکل جائے تو ہمیں پان کھا کر دکھاؤ، چائے پی کر دکھاؤ، انڈا کھا کر دکھاؤ۔

---

[۱۰] الفاطر:۱۵

[۱۱] کنز العمال:۱۳۹/۲،(۳۴۹۸) الباب الثامن الدعاء، مؤسسۃ الرسالۃ

معلوم ہوا جان کی بدولت مزے اڑا رہے ہیں لیکن جان بنتی ہے جانِ جاناں سے، جان میں جان جب آتی ہے جب خالقِ جان سے رابطہ ہو ورنہ حیات بہیمانہ ہوتی ہے، حیوانی زندگی اور مردہ پرست ہوتی ہے۔ دیکھو! قرآن سے ثبوت پیش کرتا ہوں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد ایک آیت نازل ہوئی اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے چچا مردہ ہیں میت ہیں فَاَحۡیَیۡنٰہُ[۱۲] ہم نے ان کو ایمان کی حیات دی یعنی جب ایمان عطا ہوا تو حیات ملی، ہماری ذات سے ان کی روح وابستہ ہوئی تو حیات عطا ہوئی اور روح میں روح آگئی، وَ اَیَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کی روح کو اپنے تعلق سے فیض بخشا، یہاں روح بمعنٰی فیض کے ہیں۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اللہ نے صحابہ کی ارواح کو اپنے فیضانِ غیبیہ سے تائید بخشی پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں روح کا لفظ کیوں نازل فرمایا، تَاۡیِیۡد کا لفظ کیوں نہیں نازل فرمایا؟ تاکہ معلوم ہو جائے کہ جب وہ آتے ہیں تو جان میں جان محسوس ہوتی ہے، اس لیے اللہ نے اپنے فیض کو روح سے تشبیہ دی یعنی اگر ہمارا فیض تمہارے اوپر سایہ فگن ہو گا تو تم اپنی روح میں ایک نئی روح محسوس کرو گے، جان میں جان آجاتی ہے۔

عشقِ حقیقی کا حصول عاشقانِ حقیقی سے ہوتا ہے

تو سماع کی چار شرطیں بتادیں یعنی سامع اہل ھویٰ نباشد سننے والے اہلِ ھویٰ، نفس پرست نہ ہوں۔ مسمع کودک وزن نباشد، سنانے والا نہ عورت ہو نہ بے ریش لڑکا ہو اور مضمون خلافِ شرع نباشد اور آلۂ لہو ولعب نباشد اس میں طبلہ وسارنگی وغیرہ نہ ہو۔ اب آپ بتایئے ایسے سماع کو کون ناجائز کہے گا ورنہ صوفی لوگ سب مثنوی مولانا روم سننا چھوڑ دیں۔ مولانا رومی کے شیخ حضرت شمس الدین تبریزی فجر پڑھ کر ظہر تک مراقبہ میں رہتے تھے اور آتشِ عشقِ حقیقی سینہ میں سلگتی رہتی تھی۔ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا مانگی تھی کہ اے خدا! کوئی ایسا سینہ عطا کر دے کہ اپنے سینے سے آپ کی محبت کی امانت کو اس میں منتقل کر دوں

۱۲؎ الانعام:۱۲۲

کیوں کہ شمس الدین تبریزی کو اپنی رحلت کے آثار نظر آرہے تھے کہ اگر میں قبر میں دفن ہو گیا تو تیری محبت کی امانت بھی میرے ساتھ ہی دفن ہو جائے گی۔ بہر حال اللہ نے ان کی امانت مولانا رومی کے سینے میں منتقل کر دی اور ان کی زبان سے اپنی محبت میں ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کہلوائے، ان ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار میں وہ آگ منتقل ہوئی جس کی منتقلی کو شمس الدین تبریزی نے اللہ سے مانگا تھا۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک سینہ بسینہ ہے اک خانہ بخانہ ہے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’مالا بد منہ‘‘ میں لکھا ہے کہ ہم نے ظاہر میں تو کچھ علمِ دین حاصل کر لیا ہے لیکن انوارِ باطن صلی اللہ علیہ وسلم باسینہ درویشاں باید جست۔ یہ کون لکھ رہا ہے؟ جو اپنے وقت کے امام بیہقی تھے۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے وقت کے امام بیہقی تھے، ایک محدث کسی کے بارے میں یہ بات کہہ دے تو یہ معمولی بات نہیں ہوتی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری کے مصنف تھے مگر انہوں نے اپنی تفسیر میں اپنا نام نہیں آنے دیا اپنے شیخ میاں مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر تفسیر مظہری رکھا، اپنے نام پر تفسیرِ ثنائی نام نہیں رکھا بلکہ شیخ کے نام پر تفسیرِ مظہری رکھا حالاں کہ ان کی تفسیر قابلِ وجد ہے، انوارِ باطن سے معمور ہے۔ یہ عارف باللہ حضرات جب تفسیر پر قلم اٹھاتے ہیں تو اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ نمونے کے طور پر اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ[۱۳] کی تفسیر سناتا ہوں۔ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں أَنْتَ اَرْحَمُ اِلَيْنَا مِنْ أَنْفُسِنَا عَلَيْنَا[۱۴] یعنی اگر ہماری جانوں کو اپنے اوپر رحم کرنے کا اختیار دے دیا جائے اور وہ اپنے اوپر جتنا رحم کر سکتیں ہوں تو اے خدا! آپ اس سے زیادہ ہم پر رحم کرنے والے ہیں۔ بتائیے کیا زبردست تفسیر ہے کہ ہمارے نفس، ہماری جانیں، ہماری ارواح اور قلوب یہ سب کے سب طے کر لیں کہ ہم نے اپنے اوپر اتنی رحمت کرنی ہے تو

۱۳؎ الاعراف:۱۵۱

۱۴؎ التفسیر المظھری: الاعراف (۱۵۱)، المکتبۃ الرشیدیۃ

بھی اللہ ہم پر کتنا رحم کریں گے یہ ہم سوچ ہی نہیں سکتے کیوں کہ مخلوق اپنے اوپر سوچ کر جو رحم کرے گی وہ محدود ہوگی، محدود کی سوچ بھی محدود ہوتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ غیر محدود رحمت سے نواز سکتے ہیں اور اس کا تحمل بھی عطا کر سکتے ہیں۔

عشقِ خدا کی آگ عاشقانِ خدا کے سینوں سے لگتی ہے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہ ظاہر یہ تو کتابوں سے مل جائے گا لیکن انوارِ نسبت یعنی جو فیضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ میں منتقل ہوا تھا، جو تعلق مع اللہ اور یقین باللہ ان کے سینوں میں منتقل ہوا تھا، اس کے لیے مصاحبت اور مجالست کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجدد الف ثانی لکھتے ہیں کہ اے اہلِ فتاویٰ، اے اہل فقہ اور علمائے دین! تم اپنے علم پر ناز مت کرو، نسبتِ صوفیاء غنیمتِ کبریٰ ہے، اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا جو تعلق عطا کرتے ہیں، اس کو غنیمتِ کبریٰ یعنی مالِ غنیمت سمجھو، اس کے بعد تمہارے علم میں چار چاند لگ جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دریں شاہ آشوب و چرخ و زلزلہ
زیادات است باب و سلسلہ

جب کوئی اللہ والا درس دیتا ہے، تو آشوب میں خود بھی مبتلا ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی رُلاتا ہے یعنی ان کی روح کو گردش میں لاتا ہے اور قلب میں زلزلہ پیدا کر دیتا ہے اگرچہ وہ زیادات باب و سلسلہ اور کتابیں نہ پڑھا سکے۔ اللہ تعالیٰ کے تعلق کو یوں سمجھ لیجیے کہ آپ نے ایک رس گلہ خریدا، کسی ڈاکٹر نے انجکشن لگا کر اس کا سارا رس نکال دیا، اب اس میں رس ہے ہی نہیں۔ رس گلہ مرکب لفظ ہے مفرد نہیں ہے، رس گلہ اصل میں گولۂ رس تھا، اضافتِ مقلوبی سے رس گولہ، پھر رس کا گولہ پھر رس گلہ ہو گیا لیکن اگر رس گلہ میں رس نہ ہو تو اس گولے کو کھا کر کوئی کیا کہے گا؟

آج لوگ یہ کہتے ہیں کہ مولوی کی کوئی عزت نہیں ہے، سب لوگ مولویوں کو نفرت سے دیکھتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے اس مولوی کے گولہ میں رس نہیں ہے، ورنہ میں واللہ کہتا ہوں کہ جس مولوی نے کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھالیں، اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا

ایک ذرّہ درد عطا ہو گیا تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کبھی ذلیل ہوا ہو، لوگوں نے اس کو ذلت کی نظر سے دیکھا ہو۔ اسی لیے لوگ اللہ والوں سے تسخیر کا عمل پوچھتے ہیں کہ تسخیر کا ایسا تعویذ دے دو کہ ہر آدمی مسخر ہو جائے، ہمارا فرماں بردار اور تابع دار ہو جائے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تسخیر کے لیے کسی تعویذ کی ضرورت نہیں ہے، بس ایمان لاؤ، اعمالِ صالحہ کرو، تو ایمان اور اعمالِ صالحہ کی برکت سے سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا[۱۵] تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو جاؤ گے، مخلوق میں بھی تمہاری محبت پیدا ہو گی اور تم جو بات کہو گے تو چوں کہ اس میں رس بھرا ہو گا، اللہ تعالیٰ کا درد بھرا ہو گا، لہٰذا کانوں کے ذریعہ سے لوگوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی مٹھاس داخل ہو گی، ایمان کی حلاوت حاصل ہو گی، امت درخواست کرے گی کہ ابھی اور سنائیے اور آپ کہیں گے ؎

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہم ہی تھک گئے داستاں کہتے کہتے

نفس کا تزکیہ کتابوں سے نہیں ہو سکتا

ہم لوگوں کا مرض یہ ہے کہ ہم درسِ نظامیہ کے لیے دس سال تو نکال لیتے ہیں مگر اصلاحِ اخلاق کے لیے چھ مہینے بھی مشکل لگتے ہیں، چھ مہینے تو کیا چالیس دن بھی کسی اللہ والے سے اپنے اخلاق کی اصلاح کرا لو، توکّل، قناعت، صبر، وضع داری سیکھ لو، یہ نہیں کہ جگہ جگہ ذرا سی بات پر پیسوں سے بک جاؤ۔ یہ سب چیزیں پیدا ہوتی ہیں اہل اللہ کی صحبت سے اور اپنے نفس کو فنا کرنے سے۔ اہل اللہ احکامِ شریعت نہیں تبدیل کرتے کہ مغرب کی تین رکعات ساڑھے تین کروا دیں، لیکن اصلاحِ اخلاق میں جو مرض کا علاج بتاتے ہیں اس میں وہ مجتہد ہوتے ہیں، ہر شیخ اپنے فن کا مجتہد ہوتا ہے کیوں کہ حالات کے لحاظ سے علاج بدل جاتا ہے، پہلے زمانے کے لحاظ سے وظیفے زیادہ ہوں گے، لیکن اُس زمانہ کا وظیفہ اگر آج بتا دیا جائے تو سب پاگل ہو جائیں گے کیوں کہ اب تو میڈ اِن ڈالڈا قلوب ہیں، اگر کسی کو موت کا مراقبہ زیادہ کرایا

[۱۵] مریم: ۹٦

جائے تو پاگل ہو کر بیوی بچوں کو چھوڑ دے گا، دوکان بھی بند کر دے گا، کہے گا بس ہر وقت موت نظر آ رہی ہے کیوں کہ اس زمانے میں دل اور اعصاب کمزور ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں کو خوشخبریاں سنائیں

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن کے دل کمزور ہیں ان کے سامنے موت کا ذکر بھی نہ کرو، یوں کہو کہ اس عارضی زندگی کو ایک دائمی زندگی عطا ہونے والی ہے۔ سبحان اللہ! اس جملہ میں کہیں موت کا نام آیا؟ اس عارضی حیات کو دائمی حیات عطا ہونے والی ہے، لہٰذا عارضی حیات کو اعمالِ صالحہ سے دائمی حیات کے لیے تیار کرو۔

راولپنڈی کے قریب ٹیکسلا میں ایک جگہ میرا بیان ہوا تو ایک شخص نے کہا کہ اگر آپ موت یا دوزخ وغیرہ کا تذکرہ کر دیتے تو میں بھاگ جاتا، آپ نے صرف اللہ کی محبت کی بات کی اس لیے میرے دل پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑا کیوں کہ ڈاکٹر نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارا دل کمزور ہے، اختلاج ہونے لگتا ہے۔ اب آپ بتائیے کتنا فرق ہو گیا پہلے زمانے میں اور اس زمانے میں۔ پہلے زمانے میں ہر سال خون نکلوایا جاتا تھا اور اب یہ زمانہ ہے کہ ذرا ذرا سی بیماری میں خون چڑھوایا جاتا ہے تو دونوں زمانوں کے علاج میں کتنا فرق ہو گا؟ ایک خون چڑھوانے کا زمانہ اور ایک خون نکلوانے کا زمانہ۔ پہلے اتنا خون بنتا تھا کہ اگر خون نہ نکلوائیں تو لوگوں کے سر میں درد رہنے لگتا تھا اور ان کو ہر سال خون نکلوانا پڑتا تھا۔ صحابہ کرام کے حالات میں دیکھ لو، اس زمانے کا علاج یہی تھا، فسد لگوانا، پچھنے لگوانا، اب حال ہے کہ ذرا سا بخار یا بیماری بڑھی اور خون گھٹ گیا، اب خون چڑھاؤ، لہٰذا ذکر میں سہولت دینی چاہیے۔

اللہ کا قرب اللہ کی مشیت سے ملتا ہے

پہلے زمانے میں چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کا ذکر بتایا جاتا تھا، مگر میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں سو مرتبہ یعنی ایک تسبیح اللہ اللہ کا ذکر اس طرح بتاؤں گا کہ اس میں چوبیس ہزار کا اثر ہو گا اور مجھ سے فرمایا کہ مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ عطا فرمایا ہے کہ سو مرتبہ اس طریقے سے اللہ اللہ کہہ دو ان شاء اللہ تمہیں

چوبیس ہزار کا اثر ایک سو میں مل جائے گا۔ اور جذب تو اللہ کو کرنا ہے، وظیفوں سے کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، یہ وظیفے اسباب تو ہیں مگر اللہ تک پہنچنے کے علت نہیں ہیں، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ اپنے غیر محدود راستے کو اپنے غیر محدود جذب سے جذب کرتا ہے تب سالک اللہ تک پہنچتا ہے، ہمارا ذکر چاہے چوبیس ہزار دفعہ ہو چاہے ایک لاکھ دفعہ، ہے تو محدود جبکہ خدا کا راستہ غیر محدود ہے، تو اللہ کا جذب فضل سے ملتا ہے اور یہ فضل اہل اللہ کی مجالس میں ملتا ہے۔ اب اس کی دلیل کیا ہے؟ دلیل علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں نقل کی ہے، اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ تمہارے لیے اللہ کی طرف سے تمہارے زمانے میں رحمت کے جھونکے آتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے نَفَحَاتٌ کا ترجمہ کیا ہے کہ اللہ کے کرم کی ہوائیں، مہربانی کی ہوائیں وہ جذب کر لیتی ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح میں اس کا ترجمہ کیا ہے کہ نَفَحَاتٌ بمعنیٰ جذب کے ہیں، قرآن پاک میں ہے اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ[۱۶] یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے پھر تم بزبانِ حال یہ شعر پڑھو گے۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغؔر نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

بدبختی سے نجات کا نسخہ

حکیم الامّت نے ”التشرف فی احادیث التصوف“ میں نَفَحَات کا ترجمہ کیا ہے اَلتَّجَلِّیَاتُ الْمُقَرِّبَات اللہ کے قرب کی وہ تجلیات جو تمہیں اللہ سے جوڑ دیں جیسے گوند میں مخلوق ہو کر چپکانے کا مادّہ ہے تو اللہ کی رحمت میں کیا شان ہوگی، وہ جس کو اپنی طرف چپکانا چاہیں گے وہ ایسا چپکے گا کہ ساری دنیا اسے خدا سے نہیں چھڑا سکتی، وہ شہید تو ہو سکتا ہے مگر اللہ کے راستہ سے اس کو کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی، کائنات اپنے ایٹم بم سے، اپنی مشین گنوں سے اپنی بندوق سے اللہ والوں کو شہید تو کر سکتی ہے مگر جس کو اللہ اپنے سے چپکائے اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔

[۱۶] الشوریٰ:۱۳

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم وہ **نَفَحَاتٌ** جو غیب سے آتے ہیں پا گئے تو تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟ **لَا تَشْقَوْنَ بَعْدَهَا اَبَدًا**[۱۷] اس کے بعد تم کبھی بدبخت نہیں ہوگے، تمہاری قسمت اچھی ہوجائے گی، تمہاری شقاوت سعادت سے بدل جائے گی۔ مگر رحمت کی یہ ہوائیں ملتی کہاں ہیں؟ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اختر کو بتادیا کہ رحمت کی یہ ہوائیں جن سے بندہ اللہ کی طرف جذب ہوجاتا ہے، خدا کی شانِ اجتباء کا اس پر نزول ہوتا ہے اور جن کے بغیر سلوک طے نہیں ہوسکتا جیسا کہ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ابلیس سالک تو تھا مگر اس کو جذب حاصل نہیں تھا، اگر اس کو جذب حاصل ہوتا پھر یہ گناہ نہیں کرسکتا تھا۔ اللہ کے کھینچے ہوئے کو اس کا نفس بھی برباد نہیں کرسکتا، اگر وہ اپنے لیے ارادہ بھی کرلے کہ میں اپنے کو برباد کردوں، فلاں گناہ کرلوں، تو وہ اس پر بھی قدرت نہیں پاسکتا۔

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

جس کو اللہ یاد کرتا ہے وہ اگر خدا کو بھلانا بھی چاہے تو بھلانے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ جذب کے بعد مقبولیت قطعی ہوجاتی ہے، حسنِ خاتمہ قطعی ہوجاتا ہے، گمراہی کا خطرہ ختم ہوجاتا ہے۔ اس لیے حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ابلیس محض سالک تھا، مجذوب نہ تھا، اللہ نے اس کو جذب نہیں کیا تھا۔ تو جذب کی نعمت ملتی کیسے ہے اسے بتارہا ہوں۔ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وہ فضل جو ہمیں اپنا بنالے اور ہم کو جذب کرلے، یہ نعمت کہاں ملے گی؟ ایک حدیث نے اس کا زمانہ تو بتادیا، مگر اس کا مکان بھی تو ملنا چاہیے جہاں یہ ہوا مل جائے۔ اب حدیث نے زمانہ تو بتادیا کہ تمہارے دن اور رات میں اللہ کی رحمت کی خاص ہوائیں چلتی رہتی ہیں، اگر تم اس کو پاجاؤ تو کبھی بدبخت اور نامراد نہیں ہوگے، ہمیشہ کے لیے کامیاب ہوجاؤگے، **لَا تَشْقَوْنَ بَعْدَهَا اَبَدًا** مجھے اس کی تلاش تھی کہ یااللہ! زمانہ تو پتا چل گیا مگر یہ ہوائیں کہاں ملیں گی کوئی مکان بھی تو ہونا چاہیے۔ ایک دن بخاری شریف کی حدیث دیکھ رہا تھا تو میں نے کہا کہ میں مکان بھی پاگیا ہوں، **هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ**[۱۸] اللہ تعالیٰ کے جذب کا مکان اہل اللہ کی مجالس ہیں، ان کے پاس بیٹھنے والوں کی شقاوت کو اللہ تعالیٰ سعادت

---

[۱۷] الجامع الصغیر للسیوطی: ۱/۳۷۴(۲۰۴۸)، حرف الهمزة، دار الفکر، بیروت

[۱۸] صحیح البخاری: ۲/۹۴۸ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، المکتبة المظهرية

سے بدل دیتے ہیں۔ دیکھ لو یہ حدیثِ قدسی ہے اور حدیثِ قدسی کی تعریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے **هُوَ الْكَلَامُ الَّذِیْ یُبَیِّنُهُ النَّبِیُّ بِلَفْظِهٖ وَیُنْسِبُهٗ اِلٰی رَبِّهٖ**[۱۹] کلام زبانِ نبوت سے ادا ہو مگر نبی اس کلام کی نسبت یہ کہہ دے کہ یہ اللہ نے فرمایا ہے، اس کا نام حدیثِ قدسی ہے۔

اب دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **هُمُ الْجُلَسَاءُ** میرے مقبول بندوں کی شان یہ ہے **لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ** ان کے پاس بیٹھنے والے شقی نہیں رہتے اور نہ آیندہ رہ سکتے ہیں۔ کیوں صاحب اس جملہ میں حال و استقبال یعنی مضارع کا زمانہ پایا جاتا ہے یا نہیں؟ جو لوگ عربی جانتے ہیں انہیں علم ہے کہ فعلِ مضارع میں دو زمانے کا ہونا لازم ہے، ایک موجودہ زمانہ یعنی حال اور دوسرا مستقبل۔ یعنی تمہاری موجودہ شقاوتیں اور نالائقیاں بھی درست ہوجائیں گی اور آیندہ بھی تم شقی نہیں ہوگے، یعنی حسنِ خاتمہ تمہارا مقدر ہوجائے گا۔ یک زمانہ صحبتے با اولیاء کو بخاری کی اسی حدیث سے حل کرلو کہ تھوڑی دیر اللہ والوں کی صحبت سو برس کے اخلاص کی عبادت سے افضل ہے کیوں کہ شیطان نے سو برس سے کہیں زیادہ عبادت کی تھی مگر مردودیت سے نہیں بچ سکا۔ یہ حکیم الامّت کے الفاظ ہیں کتاب ''حسن العزیز'' میں دیکھ لیجیے کہ ابلیس ہزاروں سال کی عبادت کے باوجود مردودیت سے نہیں بچ سکا، لیکن جو اللہ والوں کے صحبت یافتہ ہیں ان سے گناہ تو صادر ہوسکتا ہے لیکن انہیں توفیقِ توبہ عطا ہوجاتی ہے اور وہ مردودیت سے بچ جاتے ہیں۔

اب دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہماری قیامت تک آنے والی نسلوں کو جذب فرما کر اپنا بنالیں، ہماری شقاوت کو سعادت سے بدل دیں، ایک لمحہ بھی اپنی نافرمانی میں مبتلا ہونے سے بچالیں۔ اللہ ہمارے دونوں جہاں بنادیں، دنیا بھی دے دیں اور آخرت بھی دے دیں، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

---

[۱۹] مرقاۃ المفاتیح: ۲۳۰/۱، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقر عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْیَةِ وَهِیَ مَا دُوْنَ الْقَبْضَةِ کَمَا یَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ یُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہوگی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بدنظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نا محرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بدنظری کرنے والے پر اور جو خود کو بدنظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ

اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بدنظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ ورسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰہ اَللّٰہ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

ہر انسان کے لیے دائمی سعادت کا راستہ صرف احکامِ اسلام پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام راہیں شقاوت اور بدبختی کی جانب جاتی ہیں۔ دین کے احکام کا علم تو کتابوں سے بھی مل سکتا ہے لیکن وہ نورِ نسبتِ خدا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں منتقل ہوا تھا قلب کی اسی کیفیت کے حصول کے لیے اہل اللہ کی مصاحبت اور مجالست کی ضرورت ہوتی ہے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ ''حصولِ سعادت کا راستہ'' میں اہل اللہ کی صحبت کی اسی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ ان کی صحبتوں سے حصول سعادت کیوں کر ممکن ہے۔ اس بارے میں حضرت والا ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے قرب کی وہ تجلیات جو تمہیں اللہ سے جوڑ دیں وہ کہاں ملیں گی؟ اللہ تعالیٰ کی یہ تجلیات اہل اللہ کی مجالس میں ملتی ہیں، ان کے پاس بیٹھنے والے اگر شقی یعنی بدبخت بھی ہیں تو ان کی شقاوت کو اللہ تعالیٰ سعادت سے تبدیل فرمادیں گے۔